تصدیق
جلد۰۱شمارہ۲۰۲۳،۰۵

Article

FEMININE CHARACTERS IN THE FICTION OF KHALIDA HUSSAIN

خالدہ حسین کے افسانوں میں نسوانی کردار

Dr.Aqsa Naseem Sindhu*[1] , Dr.Aasma Rani[2]
[1] Assistan Proessor, Department of Urdu,Govt Sadiq College Women Universitry,Bahawalpur
[2] Assistan Proessor, Department of Urdu,Govt Sadiq College Women Universitry,Bahawalpur.
*Correspondence: aasma.rani@gscwu.edu.pk

[1] ڈاکٹر اقصیٰ نسیم سندھو، [2] ڈاکٹر عاصمہ رانی

[1] اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور [۲] اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور

ABSTRACT:
Khalida Hussain is a reliable reference in modern Urdu fiction. She went through the stages of self-realization and described the internal conditions in her fiction. Khalida Hussain has made women the subject of her fiction. She highlighted the issues like class conflict, people's narrow-mindedness, unfair distribution of wealth, and love and passion in women. One of the themes of Khalida Hussain's fiction is existentialism, so her characters travel from externality to internality. Her female characters search for their identity and question their existence.

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/tasdiq.v5i01.138
Received:17-04-2023
Accepted:01-07-2023
Online:06-07-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

KEYWORDS: Feminine, Feminist, Feminism, Charcters, Khalida Hussain, Novel, Short Story, Existenesialism

ہمارے معاشرے کا ایک دردناک المیہ یہ ہے کہ ازل سے عورت پر ظلم و ستم ڈھائے گئے ہیں ہر ممکن طریقے سے عورت کی ذات کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ مار پیٹ، گالی گلوچ کے علاوہ عورت کی خرید و فروخت اور خاص طور پر عورت کو گروی رکھ کر زر ادھار لینے کا رواج روز بروز عام ہوتا جارہا ہے اور جس عورت کے سر پر مرد کا سایہ نہ ہو اسے مفت کا مال سمجھ کر ہڑپ کر لیا جاتا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جس نے عورت کو معاشرے میں سر اٹھا کر جینے کا حق دیا ہے۔ اس مذہب نے عورت کے حقوق کا تعین کیا ہے۔ ایک طرف عورت کو ماں کے روپ میں جنت تو دوسری طرف بیٹی کے روپ میں رحمت قرار دے کر عورت کا مقام و مرتبہ سو گنا بڑھا دیا ہے۔ شادی کے بعد عورت کے حق مہر مقرر کر کے اور وراثت میں حصے دار ٹھہرا کر معاشی طور پر مضبوط کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عورت کو آزادی کا حق دے کر معاشی و سماجی لحاظ سے بلند مرتبہ عطا کیا گیا ہے لیکن گزرتے وقت نے ان حقوق کو حذف کرنا شروع کر دیا جس میں سب سے پہلا حق وراثت میں حصہ نہ دینا، بیوہ کو بوجھ سمجھ کر لاتعلقی اختیار کر لینا، شادی میں تاخیر کرنا اور اس کے جذبات سے کھیلنا وطیرہ بنالیا ہے۔ ادب میں عورت کے کردار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ داستان ہو یا ناول، افسانہ ہو یا ڈرامہ ہر قسم کے فن پارے میں عورت کی ذات کو پیش نظر رکھا گیا۔ ہر عہد کے ادیب نے عورت کی زندگی کے مسائل کو بیان کیا۔ ہر دور میں ادبا کا عورت کے تصور کو بیان کرنے کا انداز اگرچہ مختلف ہے لیکن ہر دور میں عورت کے مسائل پر قلم اٹھایا گیا۔

خالدہ حسین جدید اردو افسانے کا ایک معتبر حوالہ ہیں۔ خالدہ حسین نے خود شناسی کے مرحلے سے اپنی ذات کو گزارا اور اپنے افسانوں میں داخلی کیفیات کو بیان کیا۔ مصنفہ کے افسانوں میں وجودیت، مابعد الطبیاتی عناصر ملتے ہیں۔ ان کے افسانوں کا بنیادی موضوع وجودیت ہے۔ وجودیت انسان کے اندر خود کی تلاش اور پہچان کا نام ہے۔ ہر انسان کی اپنی سوچ اور نظریات ہوتے ہیں۔ ایک انسان دنیا کو اپنی نظر سے دیکھتا ہے اور زندگی اپنے نظریات کے مطابق بسر کرتا ہے۔ زندگی کی آخری حد تک پہنچنے کا احساس انسان کے اندر موجود ہوتا ہے۔ وجودیت میں انسان کے اندر کی دنیا اس کے احساسات واضح ہو جاتے ہیں۔ وجودیت میں انسان اکیلا بھی ہے اور بظاہر لوگوں کے ساتھ بھی جڑا ہوا ہے۔ وجودیت میں انسان کائنات کے اسرار رموز سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی زندگی کے مقصد کو پہچانتا ہے۔ خالدہ حسین کے افسانوں کی دنیا ان کے اندر اور داخلیت کی دنیا ہے۔ مصنفہ نے اپنے افسانوں میں ایک الگ دنیا تخلیق کی ان کے افسانوں میں سب سے بڑا عمل دخل وجودیت کا ہے۔ مصنفہ اپنی عملی زندگی میں خارجیت سے زیادہ داخلیت کو اہمیت دیتی تھی اس لیے انہوں نے اپنے افسانوں میں داخلیت کو بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر اجمل مصنفہ کی داخلی کیفیات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"خالدہ حسین غالباً اپنے وجود کے حقائق کو اولین اہمیت دیتی ہیں ان کے نزدیک خارجی حقائق میں الجھے رہنا یا ان کے توسط سے اپنے وجود کی تلاش کرنا اپنے وجود سے فرار کے مترادف ہے۔"[1]

ابتدا سے ۱۹۹۰ء تک کے افسانوی مجموعوں میں "پہچان"، "دروازہ"، "مصروف عورت" شامل ہے۔ ان افسانوں میں مصنفہ نے عورت کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں عورت کہیں ماں کہیں بہن کہیں بیٹی کہیں بیوی کے روپ میں سامنے آتی ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں نسوانی کرداروں کے ذریعے طبقاتی کشمکش، لوگوں کی تنگ نظری، دولت کے بغیر منصفانہ تقسیم، عورت کے اندر جذبہ عشق اور محبت جیسے مسائل کو بیان کیا ہے۔

خالدہ حسین کے افسانوں کا بنیادی موضوع وجودیت ہے اس لیے ان کے افسانوں کے کردار خارجیت سے داخلیت کا سفر کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں کے نسوانی کردار اپنی ذات کو تلاش کرتے ہیں، اپنی ذات کو پہچانتے، اپنے وجود سے متعلق خود سے سوال کرتے ہیں۔ وہ کہاں موجود ہیں۔؟ ان کا وجود کہاں ہے۔؟ وقت کے ساتھ ساتھ جذبات واحساسات کس طرح تبدیل ہو رہے ہیں؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ کیا وجود بیک وقت دو جگہ موجود ہو سکتا ہے؟ ان کے افسانوں کے نسوانی کردار ان سوالات کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کچھ نسوانی کردار ان تمام سوالوں کے جواب تلاش کر کے اپنے وجود کی حقیقت کو پا لیتے ہیں اور اپنے وجود کو تسلیم کر لیتے ہیں بعض کردار ان سوالات میں الجھ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر انوار احمد لکھتے ہیں:

> "بلاشبہ خالدہ حسین کا نام اُردو کے نئے افسانے کے اہم ترین ناموں میں شامل ہے۔ ان کے ہاں وجودی نقطہ نظر ملتا ہے جو خوف شک، کراہت کی لغویت میں ذات کے معنی تلاش کرتی دکھائی دیتی ہے۔"[۲]

مصنفہ نے اپنے افسانوں "منی"، "پہچان" میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ "منی" افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ "مُنّی" جب بڑی ہو جاتی ہے تو وقت کے ساتھ اس کے نظریات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ کائنات کی ہر شے کو اپنے سوچ کے مطابق دیکھتی ہے ہر چیز کا بغور مشاہدہ کرتی ہے۔ "مُنّی" پر اس کے اندر کے جذبات واحساسات کی دنیا واضح ہو جاتی ہے۔ "منی" ابتدائی زندگی کا جائزہ لیتی ہے کہ وقت کے ساتھ اس کی سوچ اور نظریات میں کیا تبدیلی آئی۔ اس کا وجود کہاں موجود ہے؟ کیا اس کا وجود اس گھر میں موجود ہے جہاں وہ بچپن میں رہتی تھی؟ کیا بچپن میں دیکھے گئے مناظر اب بھی ویسے نظر آتے ہیں۔؟ ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش میں الجھ جاتی ہے۔ منی ماضی میں موجود بچی اور حال میں موجود لڑکی کے درمیان امتیاز قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مُنّی غور کرتی ہے کہ بچپن میں جیسے چھوٹی چھوٹی چیزوں سے خوشی محسوس ہوتی ہے۔ کیا یہ خوشی اب بھی ویسے ہی محسوس ہوتی ہے۔

> "شروع شروع میں محض بے نام سے ہیولے اس کے ذہن میں ابھرتے پل بھر پر چھائیوں کی طرح ڈولتے اور پھر دب جاتے اور اس پل کے بعد جب بھی ان کی تفصیل کریدنا چاہتی سوائے مٹیالے، غبار اور جانے پہچانے مگر بھولے بسرے احساس کے تو کچھ بھی اس کی سمجھ میں نہ آتا۔۔۔۔"[۳]

"مُنّی" بچپن کے وجود اور موجودہ وجود کے درمیان امتیاز قائم کرنے کی صورت میں دو وجودوں کے اشتراک کے مابین الجھ جاتی ہے۔اس لیے اس کے اندر خوف اور تجسس کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔مصنفہ کے افسانوں میں نسوانی کردار تنِ تنہا کائنات کا مشاہدہ کرتی ہیں۔تحت الشعور کے تحت اپنی پہچان کے مرحلے سے گزرتی ہے۔

ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ عورت کی ذات کو ازل سے ہی ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔معاشرے میں عورت کو دوسرے درجے کی مخلوق سمجھا جاتا ہے۔مرد عورت کو زندگی کے کسی بھی مرحلے میں اپنے برابر دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔مرد شوہر کے روپ میں عورت پر حاکم بن کہ رہنا چاہتا ہے اور عورت کو ہر طریقے سے مظلوم بنانے کی کوشش کرتا ہے۔شادی عورت کی ذات کا اختتام ہے شادی کے بعد کچھ مرد عورت کو غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔یہ مرد عورت کو افزائش نسل کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔اس معاشرے میں عورت کا کام مرد کی حکمرانی کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔معاشرے میں والدین بیٹیوں کو رخصت کرتے ہوئے کہتے ہیں تمھارا گھر سسرال ہے۔شوہر تمھارا مجازی خدا ہے اور شوہر اور سسرال کی طرف سے آنے والی ہر مصائب و مشکلات کو برداشت کرنا تمھارا فرض ہے۔والدین کے یہ نظریات عورت کی ذات کو کمزور کر دیتے ہیں۔عورت شادی کے بعد سسرال والوں اور شوہر کی ظلم و ستم برداشت کرتی رہتی ہے اور شوہر اس کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اس پر حاکم بن جاتا ہے۔عورت کہ اندر اتنی طاقت اور ہمت نہیں رہتی کہ وہ اپنے وجود کی تصدیق کے لئے اپنے حق میں کوئی فیصلہ کر سکے۔اس طرح عورت کی ذات تنہائی کا شکار ہو جاتی ہے۔بظاہر ہجوم میں بیٹھے ہوئے بھی خود کو تنہا محسوس کرتی ہے۔خالدہ حسین نے اپنے افسانوں میں عورت کی ازدواجی زندگی کے مسائل بیان کیے ہیں۔افسانہ "پہچان" میں اس خیال کو بیان کیا گیا ہے۔

افسانہ "پہچان" کا مرکزی کردار ایک شادی شدہ عورت کا کردار ہے جس کے چار بچے ہیں۔اس کا شوہر شادی کے بعد کچھ عرصہ تو خوش اخلاقی سے رہتا ہے لیکن پھر روایتی مرد ثابت ہوتا ہے جس کا اخلاق ملنے جلنے والوں سے تو بہت اچھا ہے لیکن اپنی بیوی کے ساتھ سلوک اچھا نہیں ہے اور نہ اس کو دینے کے لیے وقت ہے جس کی وجہ سے اس کی بیوی ذہنی طور پر بیمار ہو جاتی ہے۔

"یہ تو مجھے شروع سے ہی معلوم ہے کہ ان سیڑھیوں اور اس گلی سے باہر وہ کچھ اور ہیں لوگ انہیں
کسی اور طرح دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور میں انہیں اس طرح دیکھ اور پہچان نہیں سکتی۔"[۱۲]

مصنفہ کے افسانوں میں عورت کی بنیادی ضرورت روٹی، کپڑا، مکان نہیں بلکہ ان کے افسانوں کی عورت مرد کی محبت اور عزت کی محتاج نظر آتی ہے۔مرد کی محبت اور عزت نہ ملنے کی وجہ سے عورت تنہائی کا شکار ہو جاتی ہے۔ایسی عورت اپنے وجود کو تلاش کرتی ہے کہ اس کا وجود کہاں موجود ہے؟اس دنیا میں اس کے وجود کو کیا اہمیت حاصل ہے؟اس طرح عورت اپنے ہی سوالوں میں اُلجھ کر ذہنی بیماری اور اذیت کا شکار ہو جاتی ہے۔"پہچان" افسانے کا مرکزی کردار بھی اسی ذہنی بیماری کا شکار ہے۔اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کا وجود اس گھر

میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس کا وجود اس کی اپنی تخلیق کئی گئی دنیا میں ہے جہاں اسے کوئی نہیں جانتا یہ تنہائی کی دنیا اس کی خود کی تخلیق کر دہ ہے۔

"منا اگر راتوں کو خراٹے بھی لیتا تو نیند میں مجھے اس کے رونے کی آواز آتی اور جاگ کر دیکھتی ہوں کہ ایک طرف پڑا سوتا ہے اور منا کہیں چلا تا ہے میں حساب کرتی ہوں کہ کہیں میرا کوئی اور منا تو نہیں اور مجھے بالکل یاد نہیں آتا۔۔۔۔۔" ۵

افسانہ "تفتیش" کا مرکزی کردار گھر کی ذمہ داریاں اور مرد کے تلخ رویے کی وجہ سے اپنی ذات میں پناہ لیتا ہے۔ جمیل کے تلخ رویہ سے بیوی اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتی ہے۔ عورت اس تنہائی میں رہتے رہتے خود کو وقت کی قید میں پاتی ہے۔ یہ عورت خود کو وقت کی قید سے آزاد کرنا چاہتی ہے:

"جو وقت کی قید سے نجات پالیتا ہے وقت اس پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ عورت پر وقت کو کبھی حاوی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ میں نے بالآخر سیکھا اور جب سیکھ لیا تو پتہ چلا کہ اب تک وقت کی ہلاکتوں کا سامنا میں بے کار کرتی رہی کیونکہ اصل میں میں وقت کی ہلاکت کا سامنا نہیں ںکرنا چاہتی اس کے خوف سے آزاد ہونا چاہتی تھی۔" ٦

خالدہ حسین کے افسانے کی عورت اپنے شوہر کی محبت کو دنیا کی سب سے قیمتی چیز سمجھتی ہے۔ ہر عورت ایک ایسا شوہر ایسا ساتھی چاہتی ہے جو زندگی کے سفر میں اس کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چلے۔ اس کے وجود کو تسلیم کرے۔ زندگی کے اہم فیصلوں میں اس کی رائے کو اہمیت دے۔ لیکن ہمارے معاشرے کا مرد ایک روایتی مرد ہے۔ وہ شادی کے کچھ دن تو عورت کی عزت کرتا ہے اور اس کی ذات کو اہمیت دیتا ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے وجود کی اہمیت کو کھو دیتا ہے۔ وقت کے ساتھ آگے بڑھنے کی خواہش، دن بدن ترقی کرنے کی لگن سے میاں بیوی کے درمیان کا تعلق خراب ہو جاتا ہے۔ پیسہ کما کر مرد ترقی کر لیتا ہے عورت کو ہر سہولیات زندگی میسر کرتا ہے لیکن اس کے بعد وہ عورت کا وجود تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ مصنفہ نے افسانہ "واشنگ مشین" میں اس خیال کی نمائندگی کی ہے۔

افسانہ "واشنگ مشین" کا مرکزی کردار بشیر کی والدہ ہے بشیر کے والد سلیم شاہی اپنی بیوی کو ہر سہولیات زندگی میسر کرتے ہیں۔ اپنے بیٹے کے لیے خوبصورت کھلونے لاتے ہیں لیکن ان کے پاس اپنی بیوی کو دینے کے لیے وقت نہیں۔ سلیم شاہی کی بیوی سارا دن سج دھج کر محلے کے بچوں کے ساتھ وقت گزارتی ہے لیکن آخر وہ اس رویے سے تنگ آکر گھر چھوڑ کر چلی جاتی ہے:

"سلیم شاہی جوتے میں ہلکے ہلکے نرم نرم قدم اُٹھاتے وہ گلی سے باہر نکل جاتے اور شام ڈھلے ویسے ہی قدموں سے لوٹ آتے۔۔۔۔ کھلونوں کے علاوہ گھر میں باباجان کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہ ملتا کبھی ان کو گھر میں گھومتے پھرتے بولتے چالتے نہ دیکھا تھا۔" ۷

افسانہ "آدھی عورت" میں مصنفہ نے ایک شادی شدہ عورت کے مسائل کو بیان کیا ہے۔اس افسانے کا مرکزی کردار ایک ایسی عورت ہے جس کو لگتا ہے کہ اس کا وجود مکمل نہیں جسم کا ایک حصہ دوسرے حصے سے کٹ چکا ہے۔اس افسانے کی عورت داخلی کیفیات کی وجہ سے خود کو نامکمل محسوس کرتی ہے۔یہ اپنے دوستوں اور عزیز واقارب کو چائے پر بلاتی ہے لیکن صبح اٹھتے ہی اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ نامکمل ہے۔یہ عورت اپنے دکھ، محرومیاں، مسائل لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہتی اس لیے وہ اپنی سہیلیوں کے سامنے تیار ہو کر پر سکون بیٹھنے کی کوشش کرتی ہے۔مصنفہ سہیلیوں میں گفتگو کے درمیان میاں بیوی کے رشتے کو بیان کرتی ہیں۔

"میاں بیوی کا رشتہ نہایت ڈپلومیٹک رشتہ ہوتا ہے جو کوئی اس حقیقت کو بھولا اس کا بیڑا غرق ہوا
۔لہٰذا سچائی ضمیر کی ستھرائی کے چکر میں نہ پڑو۔"۸

اسلام نے عورت کو عزت و مقام عطا کیا لیکن ہمارے معاشرے میں عورت بیٹی ہو، بہن ہو یا بیوی ہو اس کو معاشرے میں بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ہمارے معاشرے میں آج بھی لوگ بیٹی کو بوجھ سمجھتے ہیں۔بیٹی کی پیدائش پر لوگوں کے دل افسردہ ہوتے ہیں۔کچھ لوگ اپنی بیٹیوں کے ساتھ ایسا سلوک رکھتے ہیں جیسے ان کی سوتیلی اولاد ہے۔

بیٹوں کو بیٹی پر فوقیت دی جاتی ہے اور اعلیٰ تعلیم صرف بیٹوں کا حق سمجھا جاتا ہے۔معاشرے میں لوگ بیٹیوں کو تعلیم دینے کی بجائے اس کی جلد شادی کو ترجیح دیتے ہیں۔باپ بیٹی کی شادی اس کی پسند کے خلاف کسی بڑی عمر کے آدمی، کبھی ان پڑھ سے، کبھی غریب کے ساتھ کر کے بوجھ سر سے اُتارتا ہے۔شادی کرتے ہوئے بیٹی کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ تمھارا سسرال ہی تمھارا گھر ہے۔ایسے والدین بیٹی کی شادی کے بعد بیٹی کے ساتھ میل جول رکھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔اگر بیٹی بیمار بھی ہو جائے تو اس کی تیمارداری کے لیے اس کے گھر تک نہیں جاتے ہیں۔افسانہ "چینی کا پیالہ"، "ڈولی" میں مصنفہ نے اس خیال کی نمائندگی کی ہے۔حمیرا اشفاق، خالدہ حسین کے افسانوں کے بارے میں لکھتی ہیں:

"ان کے افسانوں میں عورت کا دکھ تو موجود ہے لیکن پڑھی لکھی اور باشعور عورت کا کرب بھرپور
انداز میں اُبھر کر سامنے آتا ہے اس عورت کا جرم اس کا شعور، اس کی تعلیم اور اس کی حساسیت
ہے جس کی سزا اسے جاہل معاشرہ تمام عمر دیتا ہے۔"۹

افسانہ "چینی کا پیالہ" کا مرکزی کردار زہرہ ہے۔اس افسانہ میں زہرہ کو بوجھ سمجھا جاتا ہے اور زہرہ کا باپ جلد از جلد بیٹی کی شادی کر کے اپنے سر سے اس بوجھ کو اُتارنا چاہتا ہے۔زہرہ کی شادی بڑی عمر کے آدمی کے ساتھ کر دیتا ہے۔ایسے شخص کے ساتھ زہرہ کی شادی کر دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتی۔شادی کے بعد زہرہ کا والد اور اس کی والدہ اپنے فرائض سے خود کو سبکدوش سمجھتے ہیں۔بیٹی کے بیمار ہونے پر اس کے گھر نہیں جاتے اور نہ ہی کسی قسم کی مدد کرتے ہیں:

"ایک دن تین چار تانگوں میں بیٹھے کچھ لوگ آئے اور سرخ کپڑے پہنے زہری خود اپنے پاؤں چلتی ان کے ساتھ رخصت ہو گئی بڑی اماں اور اباں دونوں نے سکھ کا سانس لیا کہ وہ اس کی ذمہ داری سے آزاد ہوئیں جان چھوٹ گئی ہے اب ان کا کیا واسطہ اس سے اور اس کے باپ کا بھی اس سے کوئی واسطہ نہ تھا۔۔۔۔۔وہ مٹی غافل سوتی تھی۔"[۱۰]

مصنفہ اپنے افسانوں میں معاشرے کے ایسے افراد پر طنز کرتی ہیں جو اسلام کو عورت کے استحصال کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اسلام سے وہی حوالہ دیا جاتا ہے جو کہ مردوں کے لیے فائدہ مند ہو۔ عورت کے بارے میں جو اسلامی تعلیمات پیش کیے گئے ان سب کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ زہرہ کا شوہر اپنی ساس سے کہتا ہے کہ زہرہ تو مجھے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی:

"بھابی جی! ایک تو میں اس کے پاس بیٹھتا ہوں تو جیسے اس کو گولی لگتی ہے"

"نانا اے زہری! پتہ ہے فرشتے لعنت کرتے ہیں تمام رات"[۱۱]

اسلامی حوالہ دے کر زہرہ کی ماں زہرہ کو گھر رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ خالدہ حسین کا کہنا ہے ہمارے معاشرے میں اسلام سے وہی حوالہ دیا جاتا ہے جس سے عورت کے استحصال ممکن ہو۔ اسلام تعلیمات جو عورت کے حق کے لئے دی گئی ہیں ان سب کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔

معاشرے میں عورت سے وابستہ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ اگر عورت بیوہ ہو جاتی ہے تو وہ منحوس ہے۔ اگر عورت کی طلاق ہو جا تی ہے تو معاشرے کے لوگ اس عورت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ طلاق ہونے کا سارا الزام عورت کی ذات پر آتا ہے۔ طلاق کے بعد لوگو ں کے طعنے اور طنز عورت کی زندگی کو اور بھی مشکل بنا دیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں طلاق یافتہ مرد سے تو لوگ شادی کر لیتے ہیں لیکن طلاق یافتہ عورت سے کوئی شادی کرنا پسند نہیں کرتا ہے۔ طلاق کے بعد اس عورت کے گھر والے اس کے ساتھ ایک نوکرانی جیسا سلوک رکھتے ہیں یہ عورت تنہا زندگی گزارنے کے لیے مجبور ہو جاتی ہے۔ افسانہ "نام کی کہانی" میں اس خیال کو بیان کیا گیا ہے۔

"نام کی کہانی" کا مرکزی کردار آپا ہے۔ یہ ایک ایسی عورت کی کہانی ہے جس کو اس کا شوہر شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی طلاق دے دیتا ہے۔ طلاق کے بعد آپا اپنی بہن کے گھر آ کر رہتی ہے۔ آپا اپنے ذہن سے وہ نام بھلانے کی کوشش کرتی ہے جو اس کے ساتھ تھوڑے وقت کے لیے جُڑا تھا۔ آپا سارا دن بہن کا گھر سنبھالتی ہے۔ اس کے بچوں کا خیال رکھتی ہے لیکن اس کے ذہن سے وہ نام دور نہیں ہوتا۔ نام سے وابستہ یادیں اس کے ذہین کو گھیرے رکھتی ہیں۔ آپا سارا دن کام کر کے اپنے ذہین کو مصروف رکھنے کی ناکام کوشش کرتی ہے:۔

"اس لفظ کی عجیب کیفیت تھی کہ اسے ہر دم ہوشیار رہنا پڑتا وہ پل بھر غافل ہوئی اور نام کے پنجوں نے اسے جکڑ لیا اس سے بچنے کی خاطر اس نے سو سو جتن کیے، پہلے پہل نزہت کا جہیز تیار کیا اور راتوں کو جاگ کر کپڑوں پر غیر قطعی ضروری کڑھائی گوٹہ لپکا لگایا پھر سب کے گھر کے کپڑوں کی

سلائی کا ذمہ لیا۔ دھلائی، استری، کڑھائی کی مگر جونہی وہ پل بھر کو سانس لینے کے لیے رکی وہ لفظ
اس کے کان میں پھونکتا۔ پھر ایک ایک چیز کا ذہن پیدا ہوتا۔" ۱۲؎

اس افسانے میں مصنفہ نے طلاق شدہ عورت کی زندگی کو بیان کرتے ہوئے معاشرے کے نظریات پر دھیمے انداز میں طنز کیا ہے۔ اس افسانے میں آپا لوگوں کی باتوں اور گھر والوں کے رویے کی وجہ سے ذہنی بیماری اور موٹاپے کا شکار ہو جاتی ہے۔ بیگم۔۔۔۔۔۔۔۔ زیدی، خالدہ حسین کے بارے میں لکھتی ہیں:

"خالدہ حسین اپنے افسانوں میں علامت کے ساتھ کہانی کے عنصر کی موجودگی سے پوری طرح
قائل نظر آتی ہیں۔۔۔۔۔۔ خالدہ کے افسانے پڑھ کر لگتا ہے کہ وہ زندگی سے بہت پیار کرتی ہیں
اور یہی پیار ان کے افسانوں میں بھی دکھائی دیتا ہے کہ وہ محبت سے مجبور ہو کر لکھتی ہیں۔" ۱۳؎

اسلام نے عورت کے لیے جو اصول وضوابط مقرر کیے ہیں۔ اگر عورت ان اصول وضوابط کی پاسداری کرتی ہے تو اس کی زندگی امن وسکون سے گزر جاتی ہے۔ مصنفہ اپنے افسانوں میں عورت کو اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کرتی ہے۔ افسانہ "بایاں ہاتھ" اس کی بہترین مثال ہے۔ اس افسانہ کا مرکزی کردار ایک لبرل عورت ہے۔ خالدہ حسین ایک ایسی عورت کی کہانی بیان کرتی ہے جس کو قدرت نے ہر نعمت سے نوازا ہے۔ لیکن یہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اچھائی اور برائی کے راستے میں امتیاز قائم نہیں رکھتی ہے۔ اپنی خواہشات کو فوقیت دیتے ہوئے برائی کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ وقت کے ساتھ احساس ہوتا ہے کہ وہ کسی گرداب میں بری طرح پھنس چکی ہے:

"میں اس مٹیالے دن اور مٹیالی رات کی عادی ہو چکی تھی۔ رنگ ونور حسن وموسیقی کی اس دنیا کی یاد
بھی میرے ذہن سے مِٹ چکی تھی۔ وہ میرا بایاں ہاتھ منحوس یادیں اپنے ساتھ لے جا چکا تھا میں
سُکھ کی نیند سوتی تھی۔۔۔۔۔۔" ۱۴؎

افسانے میں بایاں ہاتھ برائی کا وہ راستہ ہے جو عورت نے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے منتخب کیا لیکن اب اپنے ضمیر کی وجہ سے وہ اس ہاتھ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے لیکن ناکام رہتی ہے۔ ڈاکٹر سجاد حیدر خالدہ حسین کے افسانوں پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خالدہ حسین کے کردار بعض اوقات تجریدی اور ماورائی سے دکھائی دیتے ہیں۔ نفسی کیفیات کے
ساتھ وجودی فلسفیوں کا نقطہ نظر بھی ان کے ہاں ملتا ہے۔ انہوں نے خود مخفی دنیا کی تخلیق کی ہے۔
ماورائیت کو سمجھنے کی کوشش میں قلبی واردات، ارادہ خیالی تصور کو باہم ملا کر عمل متبادل بنا دیتی
ہیں۔" ۱۵؎

مصنفہ کے افسانوں میں عورت کا سفر خوف، تجسس، ماورائیت سے شروع ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ کردار اس سفر کو طے کرتے ہوئے اور اپنی ذاتی اُلجھنوں کو دور کرتے ہوئے روحانیت کی فضا میں پناہ لیتے ہیں۔ افسانہ "مُنّی"، "پہچان"، "سایہ"، "آخری سمت" اس خیال کی عکاسی کرتے ہیں۔ خالدہ حسین کے افسانوں میں مشرقی عورت کا تصور ملتا ہے۔ عورت جو کہ اپنے خاوند کو مجازی خدا سمجھتی ہے۔ خاوند کی تلخیاں برداشت کرتی ہے۔ یہ عورت کی اطاعت شعار، سلیقہ مند، باشعور ہے۔ ہر برے وقت میں خاوند کا ساتھ دیتی ہے اور خاوند کی خدمت کو اپنا اولین فریضہ سمجھتی ہے۔ افسانہ "کنواں"، "اسمِ اعظم"، "پہچان" میں اس خیال کی نمائندگی کی گئی ہے۔

خالدہ حسین کے افسانوں میں عورت کا اصل مسئلہ روٹی، کپڑا اور مکان نہیں بلکہ معاشرے میں فرد کی حیثیت چاہتی ہے۔ اس کے وجود کو تسلیم کیا جائے۔ اُسے دوسرے درجہ کی مخلوق نہ سمجھا جائے۔ ان کے افسانوں کی عورت روحانیت کا سفر طے کرتی ہے۔ زندگی کے مقصد کو پالینے کے بعد سہولیات زندگیاس کے لیے بے معنی ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے اصل کو پہچان لیتی ہے۔ اور وجود کو پہچاننے کے بعد تنہائی سے ڈرتی نہیں بلکہ اپنے وجود میں پناہ لیتی ہے۔ افسانہ "الاؤ"، "آخری سمت" اور "شہر پناہ" اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ خالدہ حسین کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "خالدہ حسین کے ہاں صنفِ نازک کا احساس عدم تحفظ بنیادی موضوع ہے جب کہ خوف، نفرت اور تشکیک عورت کا ازل سے مقدر، عالمی سچائیاں ایک کے بعد ایک رد ہوتی چلی جاتی ہیں۔ زندگی رفتہ رفتہ گزشتہ اقدار سے خالی ہونا چاہتی ہے۔ اور عدم تحفظ کا احساس بڑھتا چلا جاتا ہے۔" [۱۶]

خالدہ حسین کے افسانے کی عورت مشکل حالات کو تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر قبول کرلیتی ہے۔ وہ حالات سے بغاوت نہیں کرتی بلکہ ان حالات میں خوش رہنے کہ طریقے ڈھونڈ لیتی ہے۔ ان کے افسانوں میں نوبالغ لڑکیوں کے بدلتے جذبات اور خیالات کو منفرد انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں عورت اپنی پہچان کو تلاش کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ ان کے افسانوں میں عورت پر ماضی پرستی کار جحان غالب ملتا ہے۔ یہ زندگی کے ہر مرحلے میں اپنے ماضی کو یاد کرتی اور اس میں پنہاں لیتی ہے۔ مصنفہ کے افسانوں کی عورت کو فکر آخرت زندگی کے ہر لمحہ میں ستاتی ہے اور آخرت کی تیاری کے لئے یہ عورت کوشاں نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ خالدہ حسین، "دروازہ" حرف اوّل، خالد پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۸۴ء، ص ۱۳۷

۲۔ انوار احمد، ڈاکٹر، "اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ"، فیصل آباد مثال پبلیشرز، ملتان، ۲۰۱۰ء، ص ۶۱۲

۳۔ خالدہ حسین، "پہچان"، خالد پبلی کیشنز کراچی، ۱۹۸۰ء، ص ۳۳

۴۔ ایضاً ص ۸۹

۵۔ ایضاً ص ۸۹

۶۔ خالدہ حسین، "دروازہ"، ص ۱۸۲

۷۔ " ص ۱۸۲

۸۔ ایضاً ص ۱۹۰

۹۔ حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، "جدید اردو فکشن عصری تقاضے اور بدلتے رجحانات"، شرکت پریس، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۶۸

۱۰۔ خالدہ حسین، "پہچان"، ص ۱۱۷

۱۱۔ ایضاً ص ۱۱۸

۱۲۔ ایضاً ص ۶۱

۱۳۔ بیگم زیدی، "اردو افسانہ اور چالیس اہم افسانہ نگار"، مشمولہ سہ ماہی "نوادر"، جلد ۱۳، شمارہ ۱، لاہور

۱۴۔ خالدہ حسین، "پہچان"، ص ۱۳۶

۱۵۔ سجاد حیدر، ڈاکٹر، "خالدہ اصغر سے خالدہ حسین پہچان سے میں یہاں ہوں تک"، مشمولہ الذبیر شمارہ ۱، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۲۰۰۱ء، ص ۹۰

۱۶۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، "اردو افسانے کی روایت"، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء، ص ۹۴

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk